AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
المصباح ریسرچ جرنل
ISSN (Online): 2790-8828. ISSN (Print): 2790-881X.
Volume III, Issue III
Homepage: https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/index
Category Y
Link:https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089437#journal_result

Article: ایثار و ہمدردی کی سماجی اہمیت اور تقاضے: سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Authors & Affiliations:
[1] ***Dr. Abbas Ali Raza***
Assistant Prof. Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.
[2] ***Sajid Hussain***
Senior Teacher Govt. high school surakhi dadyal Dist, Mirpur AK.
[3] **Muhammad Arshad**
Director Islamic Institute Oslo, Norway.

Email Add: [1] abbasaliraza@lgu.edu.pk

Published: **27-09-2023**

Article DOI: **https://doi.org/10.5281/zenodo.10459947**

Citation: Dr. Abbas Ali Raza, Sajid Hussain, and Muhammad Arshad. 2023. " ایثار و ہمدردی کی سماجی اہمیت اور تقاضے: سیرتِ رسولﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ: THE SOCIAL IMPORTANCE AND REQUIREMENTS OF COMPASSION ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE LIFE OF THE PROPHET (PBUH)". *AL MISBAH RESEARCH JOURNAL*, September, 133-48.

Copyright's info: Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Published By: Research Institute of Culture and Ideology, Islamabad.

Indexation's

ASIAN Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
EuroPub
Academic Resource Index ResearchBib
BASE
DRJI
OCLC WorldCat
SOCIETY FOR INDEXING AND IMPACT FACTOR SERVICE ROOT INDEXING
Google Scholar

REINCI

ایثار و ہمدردی کی سماجی اہمیت اور تقاضے: سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

THE SOCIAL IMPORTANCE AND REQUIREMENTS OF COMPASSION ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE LIFE OF THE PROPHET (PBUH)

*Dr. Abbas Ali Raza
**Sajid Hussain
***Muhammad Arshad

ABSTRACT

The spirit of self-sacrifice and compassion is very important for the welfare and survival of any society. The meaning of Eisaar is to prioritize the need of another brother over your own need or to consider the need of another brother in the case of an item when you yourself are in dire need of that item. This is called Eisaar. But in the present era, where is the sacrifice and compassion, people go on trampling others to move forward. Indifference and selfishness have increased to such an extent that they do not even care for the lives of others for their own trivial interest. However, self-sacrifice is an emotion that is also found in animals. In order to save the society from destruction and to attain the pleasure of God, it is necessary to promote the feelings of selflessness and compassion while using the example of the Messenger of Allah (peace be upon him).

Key Words: Self-Sacrifice, Welfare, Society, Needs, Compassion, trampling, Indifference, Selfishness.

تعارف:

عہدِ حاضر کے پُر فتن دور میں ہر طرف مادیت پرستی کا غلبہ ہے۔ ہوائے نفس کی غلامی نے اچھے بُرے کی تمیز کو بھلا دیا ہے۔ خود غرضی اور بے حسی نے انسانی اقدار کو مٹا ہی ڈالا ہے۔ اپنے معیارِ زندگی کو بلند کرتے کرتے ایسے مدہوش ہوئے کہ قعرِ مذمت کی اَتھارہ گہرائیوں میں جا گرے۔ وہ انسان جسے رب تعالیٰ نے احسن تقویم سے تخلیق فرمایا محبت و پیار کو اس کے خمیر میں گوندھا اور پھر اُسے جاعل فی الارض خلیفہ کے عظیم الشان منصب پر متمکن فرمایا۔ وہ انسان اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ وہ جس کے جدِ امجد کے سامنے سب فرشتے سر بسجود ہوئے خود خواہش نفس کا ایسا غلام ہوا کہ پھر اپنے اس لہو کی پہچان بھول گیا۔ ہوسِ زر کی خاطر غریبوں اور بے بس و لاچار لوگوں کے خون پسینے کی کمائی ہتھیانے تک آمادہ ہو گیا۔ یوں مادی ترقی اور عالی شان گاڑیوں اور بلند و بالا عمارتوں پر فخر کرنے والا انسان خود اسفل سافلین کی اتھارہ گہرائیوں میں جا گرا۔ خود غرضی اور ہوس زر کی بیماری نے پوری دُنیا کو اس طرح لپیٹ میں لیا کہ آج سگا بھائی اپنے ہی بھائی کا حق مارنے پہ تُلا ہوا ہے۔ اس قدر دیدہ دلیری کارَتی بھر احساس نہیں بلکہ بے حسی کی ایسی چادر ابن آدم نے اوڑھ رکھی ہے کہ اُسے سوائے اپنی ذات کے اور کوئی نظر

* Assistant Prof. Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.
** Senior Teacher Govt. high school surakhi dadyal Dist, Mirpur AK.
*** *** Director Islamic Institute Oslo, Norway.

ہی نہیں آتا۔ مگر نبی رحمت محسن انسانیت محمد عربی ﷺ نے ایثار اور ہمدردی کی ایسی لازوال داستانیں رقم فرمائی ہیں جو کہ تاقیامت راہِ حق کے مسافروں کے لیے مشعلِ راہ کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں گی۔ آپ ﷺ نے پوری زندگی کسی سوالی کو اپنے درِ اقدس سے خالی نہیں لوٹایا۔ نبی رحمت ﷺ نے دوسروں کے دُکھ درد کو اپناد ُکھ سمجھا۔ آپ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ ہی ایثار و ہمدردی کا بے مثال نمونہ تھی۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ دوسروں کی ضرورت وحاجت کو ترجیح دی ہے۔ بلکہ بسا اوقات خانۂ رسول ﷺ میں کئی کئی دن تک چولہانہ جلتا تھا مگر آپ ﷺ کے پاس اس دوران جو بھی سائل آتا آپ ﷺ اس کی حاجت روائی فرماتے تھے اور یہی تربیت اپنے اصحاب کی بھی فرمائی تھی۔

اصحابِ رسول ﷺ جو کہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے فیض یافتہ تھے وہ بھی ہمیشہ نبی رحمت ﷺ کے طرزِ عمل کو ہی اپناتے تھے۔ یعنی اپنی ذات پر دوسرے مسلمان بھائی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اپنی ضرورت پر دوسرے مسلمان بھائی کی ضرورت کو فوقیت دیا کرتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس صفت کی طرف اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۫ؕ"[1]

”اور اپنے نفس پر اُن ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں خود کو بھی سخت ضرورت ہو۔“

یہ تربیتِ مصطفیٰ ﷺ کا نتیجہ تھا کہ اصحاب محمد ﷺ ہمیشہ اپنے پر دوسرے بھائی کو ترجیح دیتے تھے۔ اگرچہ انھیں خود بھی اس چیز کی سخت حاجت ہوتی تھی مگر پھر بھی وہ دوسرے مسلمان بھائی کو ضرورت وحاجت کا لحاظ کرتے تھے۔ اُن کے اس وصفِ عظیم کا ذکر قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرما کر گویا اپنی پسندیدگی کی سند عطا فرمادی۔ آج بھی انسانیت کو پھر اسی بھولے ہوئے سبق کو دہرانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ دُنیا امن کا گہوارہ بن سکے۔ پھر سے انسانیت جی اُٹھے اور آپس میں محبت واُلفت کے ٹوٹے ہوئے رشتے پھر سے جُڑ جائیں۔ یہ کائناتِ ارضی امن و آشتی کا ایسا نمونہ بن جائے کہ افلاک کے باسیوں کو بھی اس جنتِ ارضی پہ رشک آنے لگ جائے۔

ایثار کا اصطلاحی مفہوم

ایثار عربیک لینگوئج کا لفظ ہے جس کا معنی ہے کسی دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینا یعنی اپنی ضرورت وحاجت پر دوسرے شخص کی ضرورت اور حاجت کو فوقیت دینا ایثار کہلاتا ہے جیسا کہ علامہ میر جرجانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”الایثار: أن یقدم غیرہ علی نفسه في النفع له والدفع عنه وهو النهاية في الأخوة.“[2]

”اور ایثار تو یہ ہے کہ دوسروں کو نفع دینے اور اُن کا دفاع کرنے میں اُن کو اپنی ذات پر فوقیت دینا ایثار کہلاتا ہے جو کہ اُخوت کے باب میں سب سے اعلیٰ بات ہے۔“

یعنی ایثار کا مطلب یہ ہوا کہ اپنی ذات کو ایک طرف رکھ کر کسی ایسے معاملے یا چیز میں جس کی آپ کو سخت ضرورت ہو مگر دوسرے کی طلب اور حاجت کو پورا کر دینا ایثار کہلاتا ہے۔ درحقیقت یہی وہ جذبہ ہے جو بارگاہِ خدا و مصطفیٰ ﷺ میں مطلوب ہے۔ ایثار کے حوالے سے علامہ ابو عبد اللہ مالکی فرماتے ہیں کہ ایثار کا مفہوم و مطلوب یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کو اپنی ذات پر ترجیح دینا کسی بھی دنیاوی معاملے میں اور اس

صفت کا حصول شدتِ محبت و اُنس، قوتِ یقین اور تنگی و مشقت پر راضی بہر ضا رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔[3] اسی طرح "موسوعۃ المصطلحات الاسلامیہ" میں ہے کہ:

"الایثار تفضیل غیرك و ضده الاستئثار واصله تقدیم الشیئ و تخصیصه فیقال اثر الشيء یؤثره ایثاراً اي قَدَّمه."[4]

ایثار کا معنٰی ہے دوسروں کو ترجیح دینا اور اس کا معکوس ہے خود غرضی اور اجارہ داری سے کام لینا اور ایثار کی اصل یہ ہے کہ مقدم کرنا یا تخصیص کرنا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کا اثر، اسے ترجیح دینا وغیرہ یہ سب الایثار کے مفہوم ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ لفظ اثر کو ایثار کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے۔ اور اسی استئثار کا معنٰی ہے کسی شخص کا کسی چیز کے ساتھ منفرد ہو جانا۔[5]

حاصل کلام یہ ہے کہ اپنی ذات کی نفی کر کے دوسرے مسلمان بھائی کی ضرورت کو پورا کرنا اور اس کی حاجت روائی کرنا ایک ایسے وقت میں جب خود بھی اس شے کا سخت ضرورت مند ہو تو اسے ایثار کہتے ہیں۔ ہمدردی بھی ایثار سے ملتا جلتا ہی معنی و مفہوم کا حامل لفظ ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کے درد کو بانٹنا یعنی اس کی غم خواری کرنا۔ دُکھ اور پریشانی کی کیفیت میں اس کے دُکھ کے بوجھ کو ہلکا کرنا۔ اس کی غم گساری کرنا ہمدردی کہلاتا ہے۔ ہمدردی دو الفاظ کا مجموعہ ہے ایک لفظ ہم اور دوسرا لفظ ہے درد یعنی اس کا معنٰی یہ ہوا کہ ایک ایسا درد جس میں دونوں شریک ہیں۔ اپنے مسلمان بھائی کے دُکھ اور درد کو اپنا درد سمجھ کر اس کا ساتھ دینا چاہیے وہ دُکھ کی اس گھڑی میں اُسے دلاسہ دے کر اس کا دُکھ سن کر اس کے دل پر سے بوجھ کو کم کر کے یا مالی و اخلاقی مدد کر کے غرضیکہ کسی بھی طریقہ سے کسی بھائی کے دُکھ اور درد میں شریک ہو کر اس کی مدد کرنا ہمدردی کہلاتا ہے۔

ایثار کی ضرورت و اہمیت

ایثار بارگاہِ الٰہی میں تقرب کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور یہ اخلاق کی اعلیٰ ترین اقدار میں سے ایک قدر ہے اس اخلاقی قدر کی فضیلت و اہمیت اور بارگاہِ الٰہی میں اس کی قبولیتِ دوام کا عالم یہ ہے کہ انسان ایک ایسے وقت میں دوسرے مسلمان کی حاجت روائی کرتا ہے جب اسے خود کو اس شے کی بدرجہ اتم حاجت ہوتی ہے۔ مگر رضائے الٰہی اور خوشنودیِ خداوندی کے سبب انسان باوجود اس کے کہ وہ خود بھی حاجت مند ہے دوسروں کی حاجت روائی کرتا ہے۔ یہ ایسا پسندیدہ اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول عمل ہے جس کے حاملین کی توصیف اللہ پاک خود قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۟" [6]

"اور وہ لوگ جنھوں نے اہلِ ہجرت سے پہلے ہی ایمان کو اپنے دل میں مقیم کر لیا اور اس شہر میں ٹھکانا بنالیا۔ بعد میں وہ اہلِ ہجرت یعنی مہاجرین سے انس و پیار رکھتے ہیں اور ان مہاجرین کی نسبت اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد

نہیں رکھتے اور جو بھی اُن کے پاس اللہ کا دیا ہوا ہے اس کے معاملے میں وہ اہل کثرت کو اپنی نسبت زیادہ ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں خود ہی اس کی حاجت کیوں نہ ہو۔"

اللہ پاک نے ایسے لوگوں کی مدح اور عظمت کا بیان فرمایا ہے جو دوسروں کے لیے ایثار کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ایثار کسی بھی معاشرے کی بقا اور اس کی فلاح کے لیے از حد ضروری ہے۔ اس وقت تک فساد اور شرک کی آگ بجھ نہیں سکتی جب تک معاشرے میں ایثار جیسا وصف پیدا نہیں ہو جاتا بلکہ خود غرض اور اجارہ داری جیسے ماحول کے سبب یہ آگ اور تیز ہوتی چلی جائے گی نتیجتاً معاشرہ بُری طرح اس خود غرضی اور بے حسی کی آگ سے جھلس کر رہ جائے گا۔ ایثار ہی وہ تریاق ہے جو خود غرضی جیسے زہر کا علاج کر سکتا ہے۔ ایثار اور ہمدردی کا جذبہ انسان تو انسان رہے حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے مگر یہ حضرت انسان کی شان ہے کہ جو وصف حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے وہ وصف انسان میں بدرجہ اتم پایا جائے اور معاشرے میں محبت واخوت اور ایثار و ہمدردی کی فضا قائم ہو۔ تاکہ یہ کائناتِ ارضی جنت کا ساسامان پیش کرے۔ اور بالخصوص مسلمان کہ جن کا دین ہی سارے کا سارا محبت واخوت اور ایثار و ہمدردی اسی طرح امن وآشتی سے عبارت ہے انھیں تو دیگر اقوام عالم کے لیے مثال ہونا چاہیے۔ خود نبی رحمت ﷺ کی ساری زندگی ایثار اور ہمدردی جیسے جذبے سے عبارت ہے۔ اسی طرح نبی رحمت ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((لا يؤمن احدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه.))[7]

"آپ میں سے کوئی بھی مکمل و کامل ایمان والا شخص اس وقت نہیں ہو سکتا جب تک کہ جو چیز یا شے اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے بھائیوں کے لیے بھی وہ پسند نہ کرے۔"

یعنی اس حدیثِ مبارکہ کا مفہوم بھی ایثار کا ہی ہے کہ ایک شخص اگر کسی وقت میں کسی چیز کا حاجت مند ہے عین اسی وقت دوسرے بھائی کو بھی اسی شے کی حاجت ہے تو جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی چیز دوسرے کی بھی ضرورت ہے تو اسے چاہیے جس طرح وہ خود اس چیز کو اپنے لیے پسند کر رہا ہے اپنے بھائی کی ضرورت کا بھی ویسے ہی خیال رکھے اور اپنے بھائی کو مصیبت میں بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔ بلکہ ممکن حد تک مدد واعانت کرے۔

ایثار کی اقسام

ایثار قربِ الٰہی کا اہم ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ دُنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بھی ہے کیونکہ اس میں انسان فقط رضائے الٰہی اور خوشنودی کو پیشِ نظر رکھ کر ایسے معاملے میں دوسرے مسلمان بھائی کی ضرورت کو ترجیح دیتا ہے۔ جس کی اسے خود کو اشد ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح بحیثیت مسلمان ہمارے دو طرح کے حقوق ہیں اسی طرح ایثار کی بھی دو اقسام ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حدود اللہ کو توڑ کر اور احکام الٰہی کو پس پشت ڈال کر لوگوں کے ساتھ ایثار کا مصنوعی اظہار کرتے پھریں سو علماء نے ایثار کی تعریف اور اس کے مفہوم کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس کے طریقہ کار اور اس کی اقسام کو بھی بیان کیا ہے تاکہ کسی قسم کا بھی دینی معاملات میں ابہام نہ رہ جائے۔

1. (ا) مخلوق سے متعلق ایثار

وہ ایثار جو ایک بندۂ مومن دنیا میں مخلوقات کے ساتھ کرتا ہے۔ اس ایثار کا ضابطہ یہ ہے کہ یہ ایثار دُنیا اور لوگوں کے مفادات کے متعلق ہو۔ اور اس سے دوسروں کو نفع حاصل ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ ایثار کے نام پر محض تصنع اور مصنوعی ہمدردی کا مظاہرہ کر کے خالی زبانی جمع خرچ سے کام چلایا جائے اور یہ ایثار مذہب اور عبادات سے متعلق نہ ہو۔

2. (۲) خالق سے متعلق ایثار

اس ایثار کا مفہوم یہ ہے کہ خالق کی رضا کو اس کے غیر کی رضا پر ترجیح دینا۔ اللہ کی محبت وپیار کو اس کے غیر کی محبت وپیار پو ترجیح دینا۔ اللہ رب العزت کے رجاء اور خوف کو اس کے غیر کے رجاء اور خوف پر ترجیح دیتا۔ اور اللہ رب العزت کی اطاعت کو معصیت پر ترجیح دینا۔ یہ خالق سے متعلق ایثار ہے۔

ایثار کے درجات

ایثار کی اقسام کی طرح ایثار کے درجات بھی ہیں:

۱- ایثار کا پہلا درجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے اوپر کسی ایسی چیز میں ترجیح دینا جس سے آپ کے دین کا نقصان نہ ہو۔ مثلاً خود کو کھانے کی حاجت ہو یعنی خود بھوکا ہو اور دوسروں کے لیے طعام کا بندوبست کرے۔ خود کو لباس کی حاجت ہوتے ہوئے دوسروں کے لیے لباس کا اہتمام کرے۔ خود کے لیے جوتے کی ضرورت ہو تو اس کے باوجود دوسروں کے لیے جوتے کا بندوبست کرے۔ غرضیکہ ہر ایسا معاملہ جس میں انسان کے دین کا کچھ نقصان نہیں یا نیک اعمال کی بربادی کا سبب نہیں تو یہ ایثار کا پہلا درجہ کہلاتا ہے۔

۲- ایثار کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ کی منشاء اور مرضی کو اس کے غیر کی منشاء اور مرضی پر ترجیح دینا یہ ایثار کا دوسرا درجہ ہے۔ اگرچہ مخلوق کا ناراض ہونے کا خدشہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس معاملہ میں مخلوق کی ناراضی کا مطلق خیال نہ کرے بلکہ خالق کی منشاء و مرضی کو پیشِ نظر رکھے اور اپنے خالق کی اطاعت و فرماں برداری کو بجالائے۔

۳- ایثار کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جو بھی ایثار کرے اسے اپنی ذات کی طرف منسوب کرنے کی بجائے فقط اپنے خالق کی طرف منسوب کر دے۔ کیونکہ اصل اور حقیقی ملکیت تو اللہ رب العزت کی ہی ہے اور یہ سب جو بھی ایثار کر رہا ہے اور کیا ہے اس کے دیے ہوئے مال میں سے اسی کی دی ہوئی عطا سے ہی کیا ہے تو بجائے اپنے نفس کی طرف منسوب کرنے کے وہ اپنے اس ایثار کے عمل کو ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر دے۔ کیونکہ وہ اللہ ہی ہے جو ایثار کرنے میں اور عطا کرنے میں منفرد اور بے مثال ہے۔ اور وہی خالقِ کائنات ہی ہے جو صاحبِ فعل اور صاحب نعمت ہے۔

ایثار قرآن کی نظر میں

قرآن مجید ایک ایسا سرچشمہ ہدایت ہے جو بنی نوع انسان کی ہر پہلو اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ خواہ وہ عقل و خرد کے معاملات ہوں یا خواہشاتِ نفس کے۔ عبادات کی بات ہو یا تعامل کی، عائلی زندگی کے مسائل ہوں یا معاشرتی مسائل قرآن مجید ہر لحاظ

سے جامع ومانع رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات اور قرآنی احکامات عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ یہ احکام و قوانین اور رہنمائی کے زریں اصول اس قدر فطرتِ انسانی کے ہم آہنگ ہیں کہ ذراسا غور وفکر اس حقیقت کو انسان پر منکشف کر دیتا ہے۔ کہ اس دینِ اسلام اور قرآن مجید کے جو بھی احکام چاہے وہ عبادات کے متعلق ہوں یا احکام کے وہ محض وقت گزاری یا بے مقصد نہیں ہیں بلکہ دینِ اسلام اور قرآن مجید کے ہر حکم کے پیچھے حکمت و دانائی کا ایک عظیم مقصد پنہاں ہے۔[8] علامہ معراج الاسلام لکھتے ہیں کہ نظامِ حیات کا اولین مقصد انسان کے انفرادی کردار کی تشکیل۔ فطرتِ انسانی کی تہذیب اور ملّی و قومی سطح پر محبت و یگانگت اور ایثار و ہمدردی جیسے جذبوں کی تعمیر ہے۔ تاکہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل پاسکے جس میں امن و آشتی، محبت واخوت اور ایثار و ہمدردی کو فروغ حاصل ہو۔ اور ایثار تو فقط خود غرضی اور ہوس پرستی و مفاد پرستی کے مقابلے میں بھلائی اور دوسروں کی خیر خواہی اور ملک و قوم کے لیے قربانی دینے کا نام ہے۔ ایثار کا میدان بہت وسیع ہے یہ زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے۔ عزت و آبرو، جان ومال، مقام ومرتبہ اور اس کے علاوہ دیگر کئی ایک معاملات ایسے ہیں جن میں انسان ایثار کرتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی جابجا ایثار کا حکم بیان ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"[9]

"اور وہ لوگ جو مہاجرین کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں رکھتے اور انھیں اپنے سے مقدم سمجھتے ہیں اگرچہ وہ خود ہی سخت ضرورت مند کیوں نہ ہو۔"

اس آیتِ مبارکہ میں ایثار کی تعریف اور اس کے مفہوم کو بالکل صراحتاً بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے ایمان میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے کہ اب وہ اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے دل میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے اور اُن کو اپنے اوپر مقدم خیال کرتے ہیں اس سب کے باوجود کہ انھیں خود بھی اس چیز یعنی مال واسباب کی سخت حاجت ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنے بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے اپنے حق سے دست بردار ہوجانے والے ہیں۔ اسی آیتِ کریمہ کے آخری حصے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو بخل سے بچا لیے گئے اور کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ قرآن مجید میں ایثار کے مقابل جو لفظ بیان ہوا وہ ہے "شُحَّ" جو کہ اسی آیت کے آخر میں بیان ہوا ہے جس میں ایثار کا بیان ہوا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ"[10]

"اور جس نے اپنے آپ کو بخل سے بچالیا۔"

یعنی جس نے اپنے آپ کو بخل اور تنگ دلی سے بچالیا پس وہ کامیاب اور فلاح پانے والا بن گیا۔ اس موقع پر پیر محمد کرم شاہ صاحب نے کیا ہی خوبصورت بات تحریر فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"یہ ایک واقعی حقیقت ہے کہ دولت اور حاجت دونوں کی موجودگی میں وجود وسخا اور ایثار کی صفت کا پایا جانا خدائے تعالیٰ کا بندے پر بہت بڑا فضل واحسان اور کرم والا معاملہ ہے۔ ورنہ عین ممکن تھا کہ ایسی صورت حال میں انسان ایثار و ہمدردی سے گریز کرتے ہوئے بخل اور تنگ دلی کا شکار ہوجاتا۔"[11]

بہر حال اس آیتِ مبارکہ میں اللہ پاک نے بخل کے لیے جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ ہے "شُحَّ" یعنی فعل مجہول کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ہے جس کو "شُحَّ" سے بچالیا گیا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جو "شُحَّ" سے بچ گیا بلکہ فعل مجہول ذکر فرما کر ارشاد فرمایا جسے بخل سے بچالیا گیا مطلب یہ کہ جس پر اللہ پاک نے اپنا فضل اور احسان فرمادیا اور اُسے اس خصلتِ بد سے بچالیا۔ قرآن مجید کی بے شمار آیات، ایثار و ہمدردی اور انفاق فی سبیل اللہ کا درس دیتی ہیں جب کہ دوسری طرف خود غرضی اور بے حسی و کنجوسی کے ساتھ ساتھ بخل اور سخت دلی جیسی مزعومات سے بچنے کی تلقین بھی کرتی ہیں۔ قرآن مجید جو کہ اللہ رب العزت کی طرف سے بنی نوع انسان کے لیے آخری کتابِ ہدایت ہے اس کا مطالعہ کرنا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی ہمارا معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

ایثار سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے تناظر میں

نبی رحمت محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی ساری زندگی ہی حُسنِ اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار پر گزری ہے اسی لیے اللہ پاک نے آپ ﷺ کے خلق کو خلقِ عظیم کہا۔ آپ ﷺ نے اخلاقِ حسنہ کے ہر خلق کو اسی کی معراج پر پہنچا دیا۔ مطلب یہ کہ پھر قیامت تک کوئی شخص آپ ﷺ کے جیسا اخلاق پیش نہیں کر سکتا۔ جو عروج اور مقام آپ ﷺ نے اخلاق کو عطا فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے ایثار اور ہمدردی کے ایسے ایسے مظاہر انسانیت کے سامنے آتے ہیں جن کی نظیر انسانی تاریخ میں ملنا ناممکن ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ ایثار اور ہمدردی کا مظاہرہ فرمایا اور دوسروں کی ضرورت و حاجت کو ترجیح دی۔ جیسا کہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کو تحفتاً پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس چادر کو لے کر اوڑھ لیا۔ پھر جب آپ ﷺ لوگوں میں تشریف لائے تو ایک شخص کے آپ ﷺ سے وہ چادر مانگ لی۔ آپ ﷺ کچھ دیر بعد گھر تشریف لے گئے اور اس چادر کو تہہ فرما کر اس شخص کے لیے بھیج دیا۔ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا البُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اكْسُنِيهَا. فَقَالَ: «نَعَمْ». فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي المَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ.))[12]

اس حدیث کے راوی حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی جو کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے بُنی تھی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ پردہ کیا تھا پھر ساتھ ہی وضاحت فرمادی کہ وہ ایک خوبصورت اون کی بُنی ہوئی چادر تھی جس کے کناروں پر حاشیہ ہوتا ہے۔ اس عورت نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ چادر بطور خاص آپ ﷺ کے اوڑھنے کے لیے بُنی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس چادر کو اس طرح لے لیا گویا کہ آپ ﷺ کو اس کی سخت ضرورت ہے۔ اور پھر نبی رحمت ﷺ اس چادر کو اوڑھ کر ہمارے پاس مجلس میں تشریف لائے۔ اصحابِ رسول ﷺ میں سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو چھوا اور ساتھ ہی عرض کی: اے نبی اللہ ﷺ! یہ چادر تو مجھے عنایت فرمادیں۔ نبی رحمت ﷺ جن کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی نہ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا ٹھیک ہے۔ پھر جب تک اللہ رب العزت نے چاہا مجلس جاری رہی اور

آپ ﷺ تشریف فرما رہے۔ محفل کے اختتام پر آپ ﷺ اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور چادر کو تہہ کر کے اس صاحب کے لیے بھجوا دیا۔ اس پر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ﷺ کو معلوم بھی ہے کہ ہمارے نبی رحمت ﷺ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو آپ رضی اللہ عنہ کو نبی رحمت ﷺ سے یہ چادر نہیں مانگنا چاہیے تھا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ بخدا میں نے فقط اس لیے مانگی تھی کہ جب میں اس دنیا سے جاؤں تو یہ چادر میرا کفن بن جائے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ صحابی اس دُنیا سے گئے تو وہی چادر ان کے کفن کے طور پر استعمال ہوئی۔ نبی رحمت ﷺ نے ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہوئے اُن کا خیال کیا۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دی۔ اور اس کے علاوہ غلام ولونڈیاں، بوڑھے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ ان کے ساتھ نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے اور ان کی حاجت روائی فرماتے۔ پھر آپ ﷺ کی محفل کا ایک اور شاندار انداز تھا کہ جب بھی کوئی کھانے پینے کی چیز آپ ﷺ کی محفل میں پیش ہوئی تو آپ ﷺ مجلس میں موجود اصحاب کو پیش کرتے پھر بعد میں خود نوش فرماتے۔ آپ ﷺ کی اپنے اصحاب اور دیگر لوگوں کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کی کوئی حد بھی نہ تھی۔ ہمہ وقت آپ ﷺ پیکر ایثار وجود وسخا تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی سفر پر تھے کہ راستے میں آپ رضی اللہ عنہ کا اونٹ تھک گیا اور چلنے سے عاجز آگیا۔ یہاں تک کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس اونٹ کو جنگل میں ہی چھوڑ دوں۔ اتنی دیر میں نبی کریم ﷺ بھی اپنی سواری پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے برابر آگئے اور پوچھا کہ اے جابر رضی اللہ عنہ کیوں پریشان ہو تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی پریشانی عرض کی تو نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے تو میرے لیے دُعا کی اور پھر میرے اونٹ کو ٹھوکا مارا۔ بس آپ ﷺ کے ہانکنے کی دیر تھی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میرے اونٹ ایسا چلا کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ چلا تھا۔ دورانِ سفر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا اے جابر رضی اللہ عنہ اس اونٹ کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ اور آپ ﷺ نے اس کی قیمت ایک اوقیہ مقرر فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں مگر نبی کریم ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ اسے میرے ہاتھ ایک رقیہ پر بیچ دو۔ چنانچہ میں نے ایک رقیہ پر نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اونٹ بیچ دیا اس شرط پر کہ گھر تک میں اس پر سواری کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سودے کو شرط سمیت منظور فرمایا۔ بعد ازاں جب ہم اپنے گھر پہنچ گئے تو میں اونٹ لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں حاضر ہوا اور اونٹ آپ ﷺ کے حوالے کر کے ایک رقیہ لے کر چل دیا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے واپس بلا بھیجا اور فرمایا کہ کیا تو یہ سمجھا کہ میں تیرا اونٹ تجھ سے لینے کے لیے اونٹ کی قیمت کم کراتا تھا۔ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

"فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي، فَقَالَ: «أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ، خُذْ جَمَلَكَ، وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ»"13

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اونٹ لے کر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہوا اور رقم لے کر واپس پلٹا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے واپس بلایا اور فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ عنہ تو نے کیا سمجھا تھا کہ میں تجھ سے اپنے لیے قیمت کم کراتا تھا؟ فرمایا جاؤ اونٹ بھی لے جاؤ اور پیسے بھی لے جاؤ۔ یہ سب تیرے لیے ہیں۔ کیا ہی خوبصورت انداز ہے میرے نبی کا حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں: ((خُذْ جَمَلَكَ، وَدَرَاهِمَكَ)) یعنی اونٹ بھی پکڑ اور جو قیمت طے ہوئی تھی وہ بھی بیچنے والے کو واپس کر دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات بھی یہی ہیں کہ جو خود کھاؤ اپنے غلاموں اور ملازموں کو بھی وہی کھلاؤ

جو خود کپڑا پہنو وہی اپنے غلاموں کو بھی پہناؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور محبت و مودت سے پیش آؤ۔ نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

ایثار اور اصحابِ رسول ﷺ

صحابہ کرامؓ بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے ہی فیض یافتہ و تربیت یافتہ تھے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے تمام زندگی پیکرِ اخلاص و ایثار بن کر زندگی گزاری اسی طرح آپ ﷺ کے اصحاب نے بھی تمام زندگی آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلوص و وفا اور ایثار و ہمدردی کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ اصحابِ مصطفیٰ کریم ﷺ نے ایثار کی ایسی درخشندہ مثالیں پیش فرمائی ہیں کہ خود خالقِ کائنات نے قرآن مجید میں ان کے ایثار اور ہمدردی کی تعریف فرمائی جیسا کہ ایک مرتبہ ایک مفلوک الحال اور بھوکا شخص بارگاہِ مصطفیٰ میں حاضر ہوا۔ اتفاقاً اس وقت نبی کریم ﷺ کے گھر میں کچھ نہ تھا۔ تو نبی رحمت ﷺ نے مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ آج شب کون اس مہمان کی ضیافت کرے گا۔ اس پر حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اُٹھے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں آج کی شب ان کی ضیافت و مہمان نوازی کروں گا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس مہمان کو ساتھ لیا اور گھر کی طرف چل پڑے۔ گھر آئے تو بیوی سے پوچھا کہ اے اللہ کی بندی گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ تو بیوی نے عرض کیا کہ فقط بچوں کا کھانا ہے۔ تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج کی رات بچوں کو بہلا پھسلا کر سُلا دو اور بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا دیں گے۔ جب مہمان گھر میں آجائے اور کھانا شروع کرنے سے قبل چراغ کو درست کرنے کے بہانے تم اُسے بجھا دینا، اور میں اس طرح اس پر ظاہر کروں گا کہ میں بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں۔ بہر حال جب مہمان گھر آگیا تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ویسے ہی کیا جیسا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو سکھلایا تھا۔ چنانچہ رات پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال بھوکے سوئے مگر انھوں نے مہمان کی مہمان نوازی کی۔ حدیثِ مبارکہ میں ان الفاظ میں اس واقعہ کا تذکرہ ملتا ہے:

"فَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَطْفِئِ السِّرَاجَ، وَأَرِيهِ أَنَّا نَأْكُلُ، فَإِذَا أَهْوَى لِيَأْكُلَ، فَقُومِي إِلَى السِّرَاجِ حَتَّى تُطْفِئِيهِ، قَالَ: فَقَعَدُوا وَأَكَلَ الضَّيْفُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «قَدْ عَجِبَ اللهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ."[14]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو بھوکا رکھ کر جو مہمان نوازی کی اس کی مثال نہیں ملتی پھر جب صبح کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں آئے تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا اے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جیسی آپ نے مہمان کی ضیافت اور اکرام کیا ہے اس پر اللہ نے تعجب کا اظہار فرمایا ہے۔ یعنیا ستعجاب بمعنی بہت زیادہ خوشی کے استعمال ہوا ہے۔ اب دیکھیے ایثار کی عملی تعبیر کہ خود بھی بھوکے، گھر والی بھی بھوکی اور بچے بھی بھوکے خود کو اشد ضرورت ہے خوراک اور کھانے کی مگر مہمان کو اپنی ذات پر اور اپنی ضرورت پر ترجیح دے کر اس کی ضرورت کو پورا کیا اور اُس کی مہمان نوازی کی۔ اور یہ ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی تربیت بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہوئی۔ جنھوں نے ایثار اور ہمدردی کی روشن مثالیں تا قیامت قائم فرمادیں۔

مواخاتِ مدینہ

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Sep-2023
Page no: 143-158

مواخات کا معنی ہے بھائی چارہ اور اس کی نسبت مدینۃ النبی شریف ﷺ کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ یہ عظیم الشان اور تاریخی مواخات یعنی جو بھائی چارہ قائم ہوا وہ مدینہ منورہ میں ہوا اس نسبت کی وجہ سے اسے مواخات مدینہ کہا جاتا ہے۔یوں تو میرے نبی محترم ﷺ کے اصحاب اور تربیت یافتہ لوگوں کی ہر ادا ہی بے مثل و مثال ہے مگر مواخاتِ مدینہ جیسے بھائی چارے کی مثال تاریخ عالم میں نہ تو اس واقعہ سے پہلے ملتی ہے اور نہ ہی اس کے بعد آج تک سامنے آئی ہے۔ اخوت و محبت کی ایک ایسی داستان جو بالکل منفرد اور لاجواب ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو اہلِ مکہ کے خوف کی وجہ سے خالی دامن تھے۔ جو کچھ بھی مال و اسباب تھا وہ مکہ میں ہی رہ گیا تھا۔ خود بمشکل جان بچا کر مکہ سے مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ بے سر و سامانی کا عالم تھا۔ نہ تن ڈھانکنے کو مناسب کپڑے اور نہ ہی پیٹ بھرنے کو مناسب خوراک۔ سر پر آسمان کے سوا کوئی سایہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہ لٹے پٹے مہاجرین اپنی معیشت کو کو بہتر کرنے میں لگ گئے۔ غربت اور بے کسی کے اس عالم میں بیماری نے مزید کسر پوری کر دی۔ کیونکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو مہاجرین کو ابھی تک آب و ہوا اس نہ آئی تھی اوپر سے مناسب غذا بھی میسر نہ تھی ایسے میں بخار نے مہاجرین کو لاغر و کمزور کر دیا۔ اکثر مہاجرین بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا بن کر رہ گئے۔یوں اہلِ حق کا یہ مختصر گروہ اپنے آغاز میں ہی بے شمار پریشانیوں میں گھر گیا۔ مدینہ منورہ کے اندر منافقوں اور یہودیوں سے خطرہ مدینہ منورہ سے باہر اہل مکہ جیسے دشمنوں سے خطرہ۔ مگر آفرین ہے اہلِ حق کی اس جماعت کی ثابت قدمی اور استقلال پر کہ جس جذبے اور ہمت سے انھوں نے مشکلات کے اس دریا کو پار کیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مصیبت و پریشانی کے اس وقت کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمائے ہیں کہ بھوک کی وجہ سے معدے میں ایک خاص جلن ہوتی۔ پہلے اس جلن کو کم کرنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ نبی رحمت ﷺ کو اپنا حال دکھانے کے لیے پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا تا کہ اپنی تکلیف سے آگاہ کر سکیں مگر آفرین نبی رحمت ﷺ پر آپ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا اٹھایا تو دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ نبی رحمت ﷺ نے ان مسائل پر قابو پانے کے لیے انصار اور مہاجرین کو آپس میں اخوت و محبت کے رشتے میں ایسا پرو دیا کہ پھر یہ رشتہ تمام رشتوں سے مضبوط تر اور غالب آ گیا۔ اور انصارِ مدینہ نے محبت و اخوت کی ایسی داستان رقم کی جو اس کائناتِ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔ ہجرت کے تقریباً آٹھ ماہ یا پانچ ماہ بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں پینتالیس مہاجرین کا پینتالیس انصار کے ساتھ ہر دو اطراف کے مزاج اور طبیعتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعصبات اور اختلافات اسی طرح رنگ و نسل کی بنیاد پر تمام امتیازات کو ختم کرتے ہوئے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ تا کہ ایک طرف تو رنگ و نسل، جاہلی تعصبات اور دیگر امتیازات کا خاتمہ ہو ادوسری طرف مہاجرین جو کہ معاشی لحاظ سے کمزور تھے اور پردیس کی وحشت جو اُن کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی اس میں کمی واقع ہو جائے۔ انصارِ مدینہ نے اخوت کے اس رشتے کو ایسے باکمال طریقے سے نبھایا گویا کہ حق ادا کر دیا۔ انصاری بھائیوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں۔ نہایت فراخ دلی سے جائیداد اور کاروبار میں اپنا حصہ دار بنایا اور انصار تو اپنے مہاجر بھائی کے لیے اپنی بیویوں کو طلاق دینے پر رضامند ہو گئے تا کہ مہاجر بھائی ان سے نکاح کر لیں۔ یعنی اہل انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے ساتھ لے گئے اپنا گھر اپنا مال اور درہم و دینار اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے پیش کر دیا۔ اپنی جائیداد کو بانٹ کر اپنے مہاجر بھائی کو اس میں سے حصہ دیا۔ یہ اخوت و محبت کا رشتہ اور بھائی چارہ نسبی و خونی رشتہ کی طرح مضبوط تھا۔ جب کوئی انصاری فوت ہوتا تو اس کا وارث اس کا مہاجر بھائی بنتا۔

وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ[15]

"جو لوگ ایمان قبول کرنے والے ہیں اور جہاد کرنے والے ہیں اور اپنا مال راہِ للّٰہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور جنھوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی اعانت کی حقیقت میں وہی لوگ ہی تو ایک دوسرے کے ولی ہیں۔"

قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ کے مصداق کے طور پر اگر کوئی انصار میں سے فوت ہو جاتا تو اس کا وارث اس کا مہاجر بھائی بنتا۔ یہ ایثار کی اعلیٰ ترین اور کامل ترین مثال ہے۔ کہ کوئی شخص کسی کو بھائی بنائے اور پھر اپنی جائیداد، دولت، مال، متاع غرضیکہ ہر شے میں اُسے اپنا حصے دار بنائے۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ بعد الموت وہ مہاجر بھائی اس کا وارث بھی بنے گا۔ اللہ اکبر! ایسا ایثار کہاں پھر چشمِ فلک دوبارہ دیکھ پائے گی۔ بہر حال کچھ عرصہ بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور اللہ پاک نے قرآنِ مجید کی دوسری آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرما کر کہ مسلمان تو دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس حکم کو منسوخ فرما دیا۔ اسی طرح انصار میں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھائی بنے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے میرے بھائی میں انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں۔ ایک حصہ آپ لے لیں۔ اور دوسرا میں رکھ لیتا ہوں۔ اسی طرح میری دو بیویاں ہیں۔ آپ انھیں دیکھیں جو آپ کو پسند ہو اُسے طلاق دے دوں پھر جب عدت گزر جائے تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے نکاح کر لیں۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یہ ایثار و قربانی کا یہ جذبہ دیکھ کر فرمایا: اے میرے پیارے بھائی! اللہ تمھارے مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال میں آپ رضی اللہ عنہ کو خوش و خرم رکھے۔ بس مجھے بازار کا راستہ بتا دیجیے۔ تاکہ میں وہاں پر تجارت کر سکوں۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

"وَسَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِنِّي أَكْثَرُ الأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ مَالِي نِصْفَيْنِ، وَلِي امْرَأَتَانِ فَانْظُرْ أَعْجَبَهُمَا إِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِي أُطَلِّقْهَا، فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا."[16]

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انھیں سوق بنو قینقاع کا بازار جو وادی بطحان میں بہت بڑا بازار تھا اس کا پتہ بتا دیا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس وقت تک بازار سے واپس نہ آئے جب تک کچھ گھی اور پنیر بطور نفع کما نہیں لیا۔ تو یہ انداز تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایثار اور ہمدردی کا کہ اپنے دوسرے بھائی پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ آج بھی ضرورت ہے کہ اس امر کی ہے کہ ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کو مصیبت میں یا پریشانی میں دیکھ کر ایثار اور ہمدردی کا مظاہرہ کرے تاکہ معاشرہ میں بھلائی اور نیکی پروان چڑھے۔

اشعری قبیلے کا انداز ایثار و ہمدردی

نبی رحمت ﷺ نے اشعری قبیلے کے ایثار و ہمدردی کے انداز کو بہت زیادہ پسند فرمایا ہے بلکہ ان کے اس طریقۂ کار کی وجہ سے فرمایا کہ میں اشعری قبیلے کے لوگوں میں سے ہوں اور وہ مجھ میں سے ہیں۔ اشعری قبیلہ کے لوگوں کی ایثار کی وہ ادا جو نبی رحمت ﷺ کو اس قدر پسند آئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور وہ ادا یا طریقۂ کار یہ ہے کہ اشعری قبیلے کے لوگ جب کسی جنگ پر جائیں یا جنگ کے بعد مفلس و قلاش ہوں یا مدینہ میں رہتے ہوئے ان کے پاس اپنے اہل و عیال کے لیے کھانا کم ہو جائے تو پھر سارے قبیلے والے مل کر جو کچھ بھی اُن کے پاس ہوتا ہے وہ ایک جگہ پر جمع کر لیتے ہیں اور پھر کسی برتن کے ذریعے سے وہ آپس میں برابر اُسے تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس ادائے

ایثار کو اور ہمدردی کے اس انداز کو دیکھ کر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اشعری قبیلے کے لوگ مجھ میں سے ہیں اور میں اُن میں سے ہوں۔ جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں:

"عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ"[17]

یہ اشعری لوگ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے قبیلے کے لوگ ہیں جب ان کے پاس کھانے کی کمی ہوئی ہے یا پھر جب یہ لوگ جہاد اور غزوات میں ہوتے ہیں تو پھر یہ طریقہ اپناتے ہیں کہ سارا کھانا ایک کپڑے میں جمع کر لیتے تھے اور بعد ازاں پیمانے کے طور پر ایک برتن سے ناپتے ہوئے سب لوگ آپس میں برابر تقسیم کر لیتے۔ اپنے اس عمل اور ایثار و ہمدردی کے اس عظیم جذبے کی بدولت وہ اس بات کے مستحق ٹھہرے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان میں سے ہوں اور یہ مجھ میں سے ہیں یعنی جس طریقہ ایثار و ہمدردی اور عفو و درگزر پر میں چل رہا ہوں یہ بھی اسی پر چلنے والے ہیں اور جو ان کا طریقہ ایثار ہے۔ اللہ اور اس کے رسول بھی اسی طریقہ ایثار اور جذبہ ایثار کو پسند فرمانے والے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کے واقعات اور حالات اس بات کے شاہد اور گواہی دینے والے ہیں کہ، اصحابِ رسول ﷺ نے اپنی تربیت کے مطابق تمام زندگی ایثار و ہمدردی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ چہ جائیکہ سختی کا زمانہ ہو نا یا فراوانی کا......۔ ہر عہد اور زندگی کے ہر قسم کے پیش آمدہ حالات کے باوجود ان روشنی کے عظیم میناروں نے ایثار و ہمدردی کے جذبہ پر جس طرح عمل کیا ہے وہ نہ صرف لائق تحسین و آفرین ہے بلکہ وہ ہمارے لیے لائق اتباع بھی ہے۔

بے حسی و خود غرضی کے اسباب و نتائج

ہمارے معاشرے کو دیگر اخلاقی بُرائیوں کی طرح بے حسی و خود غرضی کا مرض بھی اپنی پکڑ میں لے چکا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی غرض اپنے چہرے پر سجائے گھوم رہا ہے کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں مگر ہر کوئی چاہتا یہ ہے کہ لوگ اُس کی مدد کریں۔ یعنی ہر شخص چاہتا یہ ہے کہ اسے کسی دوسرے کی مدد نہ کرنا پڑے مگر ہر کوئی اس کی مدد و اعانت کے لیے موجود ہے۔ حالانکہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ انسان خود تو دوسروں کی مدد نہ کرے اور دوسرے اس کی مدد کرتے رہیں۔ جب معاشرے میں ہر شخص کی یہی سوچ بن جائے گی تو پھر سارے ہی مدد چاہنے والے ہوں گے مدد کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ مقامِ حیرت یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جو اللہ سے محبت اور بندگی کا دعوے دار ہے تو پھر وہ کیسے دوسروں کو اپنی خود غرضی اور بے حسی کی بھینٹ چڑھا سکتا ہے۔

حالانکہ ہم جس رب کے ماننے والے ہیں اس کی شانِ کریمی تو یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ رحم اور مہربانی فرمانے والا ہے۔ وہ تو خطاؤں کو دیکھتے ہوئے بھی عطاؤں کو کم نہیں کرتا۔ اور عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔ یعنی جو رب العالمین خود اتنا کریم کہ اس سے بڑا کرم کرنے والا کوئی نہیں اور رحیم ایسا کہ اس سے بڑا رحم کرنے والا نہیں پھر بھلا کیسے یہ ممکن ہے کہ اس سب تعالیٰ کا بندہ دوسروں پر رحم کرنے والا نہ ہو۔ آخر کچھ نہ کچھ تو صفتِ رحیمی اس انسان میں بھی آ ہی جاتی ہے جو اس رب العالمین کا ماننے والا ہے۔ جو ہر دم اپنے بندوں پر مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ اگر ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو ہمیں بے حسی اور خود غرضی کی ایسی ایسی داستانیں دیکھنے کو ملیں گی کہ بس اللہ معاف فرمادے۔ خود غرضی کا عالم دیکھیے

کہ چلتی ٹریفک میں فقط اپنے دو منٹ بچانے کے لیے لوگ پوری ٹریفک جام کر دیں گے جس سے سب لوگوں کے گھنٹوں برباد ہو جائیں گے۔ اسی طرح ذاتی مفاد کی خاطر دوسروں کی صحت سے لوگ کھیل جاتے ہیں۔ یعنی جعلی ادویات بنا کر مارکیٹ میں سپلائی کر دی جاتی ہیں۔ جس ملاوٹ اور کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ تو اب ہمارے ہاں معمولی قسم کی باتیں ہیں۔ یعنی اپنا چند روپوں کا منافع اور دوسروں کی چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

اسی طرح اقرباپروری اور رشوت ستانی کا سبب بھی خود غرضی و بے حسی ہی ہیں۔ انسان اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کے حق کو غصب کرنے کے لیے سفارش اور رشوت سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ مسلمان تو دوسرے مسلمان کا بھائی اور خیر خواہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[18]

"بے شک مسلمان تو دوسرے مسلمان کا صرف بھائی ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں بڑے واضح انداز میں اللہ پاک نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے اور لفظ صرف ذکر کہ گویا اس بات کو ختم ہی کر دیا کہ فقط بھائی ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا یعنی آپس میں رقابت و رنجش اور دھوکہ و فراڈ یا کسی دوسرے کو تکلیف میں مبتلا کرنا یہ سب حرام قرار دے دیا۔ کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اور آپس میں جذبہ اتحاد و ایثار کے تحت ایک دوسرے بھائی کی مدد و نصرت کرتے رہا کرو، ایک دوسرے کی مدد و نصرت کرنے سے دل نرم رہتا ہے۔ جذبہ ترحم اور انس و محبت نکل جائے تو انسان خود غرض ہونے کے ساتھ ساتھ سخت دل ہو جاتا ہے اور پھر چند خرابیاں اس کے اندر جنم لے لیتی ہیں۔ پہلے نمبر پر تو خود غرض انسان صرف اپنی جان کے لیے سوچتا ہے۔ خود غرض انسان صرف اپنی ذات کے لیے سوچتا ہے اور دوسروں کے لیے قربانی نہیں دیتا مگر یہ توقع رکھتا ہے کہ دوسروں اس کے لیے قربانی دیں۔ خود غرض انسان اپنی غلطیوں کو تسلیم نہیں کرتا اور بالآخر بربادی و رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ خود غرض انسان ہمیشہ آپ دیکھیں گے کہ وہ انا پرست ہو گا۔ خود غرض انسان دوسروں کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھ پاتا۔ اور ہمیشہ جب بھی اس کی مدد اور تعاون کی ضرورت ہو گی وہ عدم تعاون ہی کرے گا۔ خود غرض انسان ہر وقت اسی چکر میں رہتا ہے کہ دوسروں سے کام نکلوایا جاسکتا ہے خود غرض انسان بے ضمیر ہوتا ہے۔

معاشرے میں ایثار و ہمدردی کے فروغ کی تدابیر

ہمارا معاشرہ اس وقت بے حسی اور خود غرضی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ ہر طرف خود غرضی اور نفسا نفسی کا عالم ہے۔ ہر شخص دوسرے کو روند کر آگے بڑھ جانا چاہتا ہے۔ بھلائی اور ایثار کی وہ باتیں جو کبھی مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہوا کرتی تھیں اب ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ کبھی مسلمانوں میں تھیں ہی نہیں۔ معاشرہ تباہی و بربادی کے دہانے پر ہے اور اہلِ معاشرہ کو اپنی اس تباہی کا مطلق احساس نہیں۔ رشوت ستانی، دونمبری، دھوکہ، فراڈ، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی گویا ہمارا نصب العین بن چکے ہیں ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پھر سے قرونِ اُولیٰ کی یاد کو تازہ کیا جائے۔ ایثار و ہمدردی کے اس بھولے ہوئے سبق کو پھر سے دہرایا جائے سسکتی اور فریاد کناں انسانیت کی خدمت کی جائے۔ بے سہاروں کو سہارا دیا جائے۔

اور نبی رحمت ﷺ کی اُمت ہونے کے ناطے ایثار و قربانی جیسے جذبوں کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ عہدِ رفتہ کی یاد تازہ ہو جائے۔ اور تباہی کے دہانے پر کھڑا معاشرہ پھر سے مستحکم ہو جائے۔ سسکتی انسانیت کو سکون آجائے۔ دُکھی دلوں کو راحت نصیب ہو جائے اور سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول نبی رحمت ﷺ کی رضا اور نظرِ رحمت حاصل ہو جائے۔ معاشرے میں ایثار اور ہمدردی کے فروغ کے چند طریقے درج ذیل ہیں:

3. (ا) اُسوۂ رسول ﷺ اور آثارِ صحابہ سے رہنمائی

معاشرے میں ایثار و ہمدردی کے فروغ کے لیے سب سے بہترین طریقہ نبی رحمت ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے استفادہ کرنا ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ کیونکہ خود اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو ہمارے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[19]

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کامل ترین نمونہ ہے۔ اسی طرح اصحابِ رسول ﷺ جو کہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے فیض یافتہ تھے اُن کی زندگیوں سے بھی اکتسابِ فیض کیا جاسکتا ہے۔

امدادِ باہمی کے رویوں کا فروغ

ایثار اور ہمدردی کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ آپس میں مدد و نصرت اور بغیر کسی معاوضے اور لالچ کے ایک دوسرے کی مدد کرے اور ہفتہ میں ایک دفعہ بغیر کسی لالچ یا معاوضے کے اپنی خدمات دوسروں کو پیش کریں۔ بالخصوص معاشرے کا وہ طبقہ جو ضرورت مند ہے اُن کی مشکلات میں ہاتھ بٹائیں نتیجتاً پورا معاشرہ ایک دن ہمدردی اور ایثار کا اعلیٰ ترین نمونہ بن جائے گا۔ اور محبت و اُخوت نیز ہمدردی اور قربانی جیسے جذبے معاشرے میں فروغ پاتے ہیں۔ یہ عمل آج یورپ کے معاشرے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے جو کبھی مسلمان معاشروں کی جان اور شان ہوا کرتا تھا۔ آج پھر سے ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا ہو گا۔

غم بانٹنا اور اس کی جگہ خود کو محسوس کرنا

ایثار اور ہمدردی کے جذبے کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کے غم کو بانٹا جائے اور اُن کے دُکھ درد میں شریک ہو کر اُن کو دلاسہ اور تسلی دی جائے۔ نیز ہر ممکن مدد اور اعانت کی جائے۔ اس سے بھی دل کی سختی دور ہوتی ہے اور ہمدردی و قربانی جیسے جذبات فروغ پاتے ہیں جب ہم دوسروں کی جگہ پر خود کو رکھ کر محسوس کریں گے تو ہمیں اُن کے دُکھ اور غم کا احساس ہو گا دوسروں کی تکلیف اور درد کا احساس ہی دراصل ایثار اور ہمدردی کے جذبات کو دل میں اُبھارنے یا پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے دوسروں کے دُکھ درد کے موقع پر ہمیشہ اُن کی جگہ خود کو رکھا جائے تو انسان ظلم و زیادتی، ناجائز قبضہ اور اس طرح کے دیگر کئی رذائل سے بھی بچ جاتا ہے۔

ایثار و ہمدردی پر مبنی لٹریچر کی اشاعت و ترویج

معاشرے میں ہمدردی اور ایثار و قربانی جیسے وصف کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ ایسا لٹریچر بھی شائع کرنے کا بندوبست کیا جائے جو ایثار اور ہمدردی جیسے وصف کی خوبیوں اور اس کے بارے میں احکامِ الٰہی اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ایثار کے واقعات پر مشتمل ہو۔ تاکہ

لوگوں کو اور اس وصف کی خوبیوں سے آگاہی حاصل ہو۔ اور اس بات سے بھی مکمل آگاہی ہو کہ اگر معاشرے میں ایثار اور ہمدردی جیسے جذبے مٹ جائیں تو معاشرہ کس قدر تباہی کا شکار ہو سکتا ہے۔

بچوں کی تربیت کے موقع پر ایثار کے جذبے کو نمایاں کرنا

معاشرے میں ایثار و ہمدردی کے فروغ کا ایک مؤثر طریقہ یہ بھی ہے کہ بچوں کی تربیت اس انداز میں کی جائے کہ ان میں یہ وصف اور خوبی پیدا ہو جائے تاکہ بچپن سے ہی ان کی گھٹی میں یہ خوبی شامل ہو جائے۔

ایثار کے فوائد

ایثار اور ہمدردی جیسے وصف اور خوبی کو اپنانے کے بے شمار فوائد و ثمرات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- ایثار اور ہمدردی انسان کے کامل ایمان کی نشانی ہے۔

۲- ایثار خدائے تعالیٰ سے محبت اور دل کے سکون کا ذریعہ ہے۔

۳- ایثار کے سبب معاشرے میں عزت اور جان پہچان نصیب ہوتی ہے۔

۴- ایثار کے ذریعے سے انسان ترقی اور عروج حاصل کرتا ہے۔

۵- ایثار اور ہمدردی رکھنے والے شخص کا خاتمہ بالخیرہ ہوتا ہے۔

۶- ایثار حصولِ برکت و خیر کا ذریعہ ہے۔

۷- ایثار ایک ایسا وصف ہے جو اپنے حامل کو جہنم سے آزادی دلانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

خلاصۂ بحث

ایثار و ہمدردی کا جذبہ کسی بھی معاشرے کی فلاح و بقا کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ایثار کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ضرورت پر کسی دوسرے بھائی کی ضرورت کو ترجیح دینا یا کسی شے کے معاملے میں دوسرے بھائی کی ضرورت کا خیال کرنا جب آپ کو خود اس شے کی سخت حاجت ہو یہ ایثار کہلاتا ہے۔ مگر عہدِ حاضر میں ایثار و ہمدردی تو کجا لوگ آگے بڑھنے کے لیے دوسروں کو روندتے چلے جاتے ہیں۔ بے حسی اور خودغرضی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اپنے معمولی مفاد کے لیے دوسروں کی جان تک کی پروا نہیں کی جاتی۔ حالانکہ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ معاشرے کو تباہی سے بچانے کے لیے اور حصولِ رضائے الٰہی کے لیے ضروری ہے کہ پھر سے اُسوۂ رسول ﷺ سے استفادہ کرتے ہوئے ہمیں ایثار اور ہمدردی جیسے جذبوں کو فروغ دینا ہو گا۔

حواشی و حوالہ جات

---

1 القرآن الکریم، سورۃ الحشر، آیت: ۹۔

2 علي بن محمد السيد الشريف الجرجاني، معجم التعريفات (القاهرہ: دار الفضيلة، س ن)، ص: ۳۷.

3 محمد بن احمد مالکی، الجامع لاحکام القرآن، (بیروت: دار الفكر، ۱۴۱۵ھ)، ج: ۱۸، ص: ۲۵.

4 موسوعة المصطلحاته الإسلاميه. کام.

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Sep-2023
Page no: 143-158

5 راغب اصفهاني، المفردات (مكه مكرمه: مكتبه هزاره، ١٤١٨هـ)، ج: ١، ص: ١٠.

6 القرآن الکریم،سورۃ الحشر، آیت:۹۔

7 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب نفسه، رقم الحديث: ١٣.

8 معراج الاسلام، علامہ،"کشف المحجوب میں ایثار کا بیان"،(لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، س ن)، ص:۵۔

9 القرآن الکریم،سورۃ الحشر، آیت:۹۔

10 ایضاً

11 محمد کرم شاہ الازہری، پیر،"ضیاء القرآن"،(لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز،۱۹۹۵ء)،ج:۵،ص:۱۷۷۔

12 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب ذكر النساج، رقم الحديث: ٢٠٩٣.

13 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث: ٧١٥.

14 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره، رقم الحديث: ٢٠٥٤.

15 الانفال۸:۷۲۔

16 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إخاء صلى الله عليه وسلم بين المهاجرين...، رقم الحديث: ٣٧٨٠.

17 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري، كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام والنهد والعروض، رقم الحديث: ٢٤٨٦.

18 الحجرات۴۹:۱۰۔

19 الاحزاب۳۳:۲۱.

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X